احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

جمعرات 13فروری 2014ء

روزنامہ

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

جمعرات 13فروری 2014ء 12ربیع الثانی 1435ہجری 13 تبلیغ 1393ہش جلد 64-99 نمبر 36

استقامت کا پہاڑ

حضرت عثمانؓ جب اسلام لائے توان کے چچا حکم بن ابی العاص نے ان کو رسیوں سے باندھ دیا اور کہا تو اپنے دادا کے دین سے پھر گیا ہے میں تجھے نہیں کھولوں گا جب تک تو اس دین کو نہ چھوڑے مگر حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ میں کبھی اس دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ان کی استقامت اور عزم کو دیکھ کر حکم مایوس ہو گیا اور انہیں کھول دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد3صفحہ 55دار بیروت1957ء)

اخلاق عالیہ صحابہ کرامؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو جسے زدوکوب کر کے خون آلود کر چکے تھے، رات کے پہلے حصہ میں بھی یہ پڑھتے سنا اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ...... (العلق:2) اور رات کے آخری حصہ میں بھی۔ علی الصبح آپ تلوار ہاتھ میں لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دارارقم میں حاضر ہو گئے۔ جب دروازہ پر دستک ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمر کو آنے دو۔ حضرت حمزہؓ کہنے لگے ’’اگر وہ غلط ارادے سے آئے ہیں تو انہی کی تلوار سے ان کا کام تمام کر دیا جائے گا۔‘‘ حضرت عمرؓ اندر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’عمر! کس ارادہ سے آئے ہو؟‘‘ عرض کیا ’’یارسول اللہ ﷺ! اسلام قبول کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔‘‘ پھر انہوں نے اسی وقت اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ ...... پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دی تو آنحضرت ﷺ نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (مجمع الزوائد جلد 9 ص 62)

یہ پہلا نعرہ تکبیر تھا جو مسلمانوں نے مکہ میں حضرت عمرؓ کے ہم آواز ہو کر بلند کیا، جس کی آواز بطحا کی پہاڑیوں میں گونجی۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ اسلام ساتویں سال نبوت کے قریب بنتا ہے۔

اس وقت تک چالیس کے قریب لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اس زمانہ میں اسلام کا اعلانیہ اظہار ظلم اور مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ حضرت عمرؓ نے دانستہ طور پر مکہ کے سب سے زیادہ خبریں پھیلانے والے جمیل جمحی کو اپنے مسلمان ہونے کا بتایا تا کہ ان کے اسلام کا چرچا ہو اور رؤسائے مکہ کو بھی پتہ چلے۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی خبر کا اڑنا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مشرکین بکثرت ان کے گھر کے گرد جمع ہوئے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے کہ عمر بے دین ہو گیا۔ عمر صابی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے ’’نہیں میں مسلمان ہوا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ اس دوران کئی دفعہ مشرکین سردار آپؓ پر حملہ آور ہوئے۔ ایک دفعہ عتبہ آپ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ کفار کے پورے مجمع کے مقابل پر حضرت عمرؓ نے بسا اوقات پورا پورا دن ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جو حملہ آور ان کے قریب آتا اسے پکڑ لیتے۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر اعلانیہ کہا کہ ’’اگر ہم مسلمان تین سو افراد ہو گئے تو اے مشرکو! یا تمہیں مکہ کو چھوڑنا ہو گا یا ہم اسے تمہارے لئے چھوڑ دیں گے۔‘‘ حضرت عمرؓ کے رشتے کے ماموں عاص بن وائل کو اس شدید مخالفت کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنی پناہ میں لینا چاہا۔ حضرت عمرؓ جیسے بہادر انسان نے گوارا نہ کیا کہ ان کے کمزور مسلمان بھائی تو ماریں کھائیں اور صبر سے مظالم برداشت کریں اور وہ حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے طاقتور رشتہ داروں کی پناہ لے لیں۔ انہوں نے حالات کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ خانہ کعبہ جا کر اعلانیہ نماز ادا کی جائے۔ آنحضرتؐ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر حضرت عمرؓ کے ساتھ صحن کعبہ میں پہنچے اور وہاں نماز ادا کی گئی۔ مکہ میں یہ پہلا موقع تھا جب مسلمانوں نے اعلانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ’’فاروق‘‘ کا لقب عطا فرمایا۔ یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا وجود۔

(اسدالغابہ جلد 4 ص 57 والا صابہ جلد 2 ص 519، البدایہ جلد 3 ص 30،82)

(بحوالہ سیرت صحابہ رسول ﷺ صفحہ 45 از حافظ مظفر احمد صاحب)

مطالعہ کتب کا شوق اور مامور کی اطاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں:۔

اس بارہ میں میں خود تجربہ کار ہوں۔ کتابوں کو جمع کرنے اور ان کے پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ میرے مخلص احباب نے بسا اوقات میری حالت صحت کو دیکھ کر مجھے مطالعہ سے باز رہنے کے مشورے دیئے مگر میں اس شوق کی وجہ سے ان کے دردمند مشوروں کو عملی طور پر اس بارہ میں مان نہیں سکا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہزاروں ہزار کتابیں پڑھ لینے کے بعد بھی وہ راہ جس سے مولیٰ کریم راضی ہو جاوے اس کے فضل اور مامور کی اطاعت کے بغیر نہیں ملتی۔

(خطبات نور ص192)

یوم تحریک جدید

امراء وصدر صاحبان جماعت احمدیہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ سال رواں کا پہلا یوم تحریک جدید مورخہ 4/اپریل 2014ء کو منانے کا اہتمام فرمائیں جس میں مطالبات تحریک جدید پر خصوصی توجہ دلائی جائے اور اس کی رپورٹ سے وکالت دیوان کو مطلع فرمائیں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

ماہر امراض معدہ وجگر کی آمد

مکرم ڈاکٹر محمد محمود شیخ صاحب ماہر امراض معدہ و جگر مورخہ 16 فروری 2014ء کو ہسپتال میں مریضوں کے معائنہ کے لئے تشریف لائیں گے۔ ضرورت منداحباب وخواتین ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات سے استفادہ کے لئے ہسپتال تشریف لائیں اور پرچی روم سے اپنی پرچی بنوالیں۔ مزید معلومات کے لئے استقبالیہ ہسپتال سے رجوع فرمائیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

مرسلہ: نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ

جلسہ سالانہ قادیان 2013ء سے حضور انور کا اختتامی خطاب بطرز سوال و جواب

(بسلسلہ تعمیل فیصلہ جات مجلس شوریٰ 2013)

ان جوابات کے سوالات مورخہ یکم فروری 2014ء کے روزنامہ الفضل میں شائع ہو چکے ہیں

س: حضور انور نے یہ خطاب کب اور کہاں ارشاد فرمایا؟

ج: آپ نے یہ خطاب مورخہ 29/دسمبر 2013ء کو بیت الفتوح لندن میں ارشاد فرمایا۔

س: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت لوگوں کی عملی اور اخلاقی حالت کو حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں بیان کریں؟

ج: حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ
''خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علوم حکمیہ دینیہ جن سے تکمیلِ نفس ہو اور نفوسِ انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں، بالکل گم ہوگئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے، یعنی خدا اور اُس کی صراطِ مستقیم سے بہت دور جا پڑے تھے۔''
(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 304)

س: حضور انور نے صحابہ رسولؐ کی ایمان لانے سے پہلے اور بعد کی ایمانی حالت کو کن الفاظ میں بیان فرمایا؟

ج: فرمایا! پس ایک دنیا نے دیکھا کہ کیسے کیسے نشان ظاہر ہوئے۔ شراب کے نشے میں چُور رہنے والے شراب کے مٹکوں کو توڑنے والے بن گئے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے والے محبت و پیار اور بھائی چارے کے پھیلانے کے علمبردار بن گئے۔ جاہل، اُجڈ، مذہب سے دور، بتوں کے پجاری، توحید کے قائم کرنے والے اور باخدا انسان بن گئے۔

س: حضور انور نے سورۃ جمعہ آیت 4 کے کیا معنی بیان فرمائے؟

ج: فرمایا! حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں'' اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے صرف دو ہی گروہ ہیں۔''
(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 305)

س: حضرت مسیح موعود نے تیرہ سو برس بعد آنحضرتؐ کے کس معجزہ کے ظہور کا ذکر فرمایا؟

س: فرمایا! ''لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ خسوف وکسوف رمضان میں موافق حدیث دارقطنی اور فتاویٰ ابنِ حجر کے ظہور میں آ گیا۔ یعنی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہوا...... سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا''۔
(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 305)

س: حضرت مسیح موعود نے آخری زمانہ میں پوری ہونے والی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کن پیشگوئیوں کا مزید تذکرفرمایا؟

س: ''ذوالسنین ستارہ...... ہزاروں انسانوں نے نکلتا ہوا دیکھ لیا۔ ایسا ہی جاوا کی آگ بھی لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کی، ایسا ہی طاعون کا پھیلنا اور حج سے روکے جانا بھی سب نے بچشم خود ملاحظہ کر لیا۔ ملک میں ریل کا تیار ہونا، اونٹوں کا بیکار ہونا یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے۔
(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306)

س: حضرت مسیح موعود کے ماننے والوں کی تکالیف اور ان کی ایمانی کیفیت کو بیان کریں؟

ج: ''وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دل آزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں ...... وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں ......۔ بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں ......۔ بہتیرے اُن میں سے ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہامِ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں......۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں......۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں۔''
(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306)

س: حضور انور نے اس بیان پر کہ'' اپنا دین چھوڑو نہیں اور کسی کا دین چھیڑو نہیں'' کے ضمن میں کیا بیان فرمایا؟

ج: فرمایا! یہ ویسے ہی لغو بات ہے کہ اپنا (دین) چھوڑو نہیں اور دوسرے کا (دین) چھیڑو نہیں۔ دلائل سے بات کرنی چاہئے۔ کیونکہ (دعوت الیٰ اللہ) ایک مؤمن کا اہم فریضہ ہے۔

س: حضور انور نے سعید فطرت لوگوں کی رہنمائی کے لئے کس ذریعہ کا ذکر فرمایا؟

ج: فرمایا! اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعہ لوگوں کی راہنمائی کی اور اب تک کرتا چلا آ رہا ہے اور یہ ایسی روشن اور واضح ہیں کہ اس میں انسانی سوچ کا دخل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسی واضح رہنمائی فرماتا ہے کہ اپنی خوابوں کی سچائی پر یقین کئے بغیر انسان رہ ہی نہیں سکتا۔

س: حضرت ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کس طرح سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے؟

ج: حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری عمر قریباً اٹھارہ یا انیس برس کی تھی جبکہ دسمبر 1903ء میں خواب میں میں نے حضرت مسیح موعود کی زیارت کی، اس سے پہلے میں نے حضور کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ......آئینہ کمالاتِ اسلام اور تریاق القلوب پڑھنے کے بعد میں نے استخارہ کیا۔ پھر رؤیا دیکھا۔ ستمبر 1907ء میں میں قادیان گیا اور حضرت مسیح موعود کی ظہر کی نماز کے وقت زیارت کی۔ جو حلیہ حضور کا 1903ء کی خواب میں میں نے دیکھا تھا، وہ حلیہ اُس وقت تھا اور کپڑے بھی ویسے ہی تھے۔

س: حضرت مسیح موعود نے دعوت الیٰ اللہ کے ضمن میں کس امر کو بہت زیادہ مفید بیان فرمایا ہے؟

ج: حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ (دعوت الیٰ اللہ) کے سلسلہ میں لوگوں کو اس طرف توجہ دلانا بہت مفید ہوتا ہے کہ نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے تازہ وضو کر کے دو نفل پڑھے جاویں اور اُن میں دعا کی جاوے کہ اے ہمارے مولیٰ! اگر یہ سلسلہ سچا ہے تو ہم پر حقیقت ظاہر کر۔

س: حضرت مسیح موعود کے ساتھی مکرم نیک محمد صاحب کا قبول حق کا واقعہ بیان کریں؟

ج: مکرم نیک محمد صاحب ساکن سرائے عالمگیر نے دعا کے نسخے کا پتہ چلنے کے بعد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو خواب میں حسب ذیل نظارہ دکھایا کہ وہ اپنے مکان واقع سرائے عالمگیر میں ہیں اور ان کے والد مرحوم بھی ہیں اور جس کوٹھڑی میں وہ ہیں وہ حد درجہ روشن ہوگئی ہے اور یہ نظر آ رہا ہے کہ آسمان سے نور کی ایک لہر چل رہی ہے جس نے کوٹھڑی میں نور ہی نور کر دیا ہے اور معاً ایک بزرگ نہایت خوبصورت، پاکیزہ شکل ظاہر ہوتے اور بھائی نیک محمد صاحب کے والد بزرگوار اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ امام مہدی ہیں اور دونوں باپ بیٹا حضور انور سے ملے ہیں۔ ایسے خوش کن نظارے کے بعد انہوں نے جماعت میں شمولیت کا خط لکھ دیا۔

س: مکرم توفیق صاحب عیسی ڈونبین نے کس رؤیا کی بنا پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی؟

ج: کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت مسیح موعود خواب میں ملے۔ آپ کا چہرہ مبارک انتہائی نورانی تھا۔ آپ نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے اُنہیں فرمایا کہ میں امام مہدی ہوں، مجھے قبول کر لو اور آگے لوگوں کو دعوت الیٰ اللہ کرو۔ چنانچہ اس رؤیا کی بناء پر انہوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔

س: مکرم کمال الدین صاحب مقیم یونان نے اپنی قبولیت احمدیت کی کیا تفصیل بیان فرمائی؟

ج: فرمایا! وہ حوار المباشر کا پروگرام بڑے شوق اور اہتمام سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی حقیقی (دین) ہے۔ نیز لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ (۔) نے دستِ مبارک سے حضرت مسیح موعود کی طرف اشارہ فرمایا اور آپ کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ شیر خدا ہے۔ اس خواب کے بعد مجھے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا پوری طرح یقین ہو گیا۔

س: مکرم احمد بکیرہ صاحب جن کا تعلق ایک عرب ملک سے ہے کس خواب کی بنا پر جماعت میں شامل ہوئے؟

ج: محمد بکیرہ صاحب کہتے ہیں جب جماعت سے تعارف ہوا، یعنی جماعت احمدیہ سے، تو اس بارے میں استخارہ کیا۔ ایک بار خواب میں حضرت مسیح موعود نے مجھے اپنی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' دی۔ اس کو پڑھنے سے مجھے شرح صدر حاصل ہوا۔ پھر ایک بار کشف میں حضرت مسیح موعود کو دیکھا۔ اس کشف کے بعد میرے تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے اور سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔

س: مالی کے امیر صاحب نے بماکو شہر کے ٹیلر ماسٹر کی قبولیت احمدیت کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

ج: بماکو شہر میں ایک ٹیلر ماسٹر صاحب نے ایک خواب دیکھی کہ میں ہندوستان میں ایک بہت بڑے مینار پر ہوں۔ اُس وقت میں نے سوچا کہ ہندوؤں کے ملک میں مینار پر چڑھنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟۔ پھر ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ انسان جنہوں نے کالے رنگ کا کوٹ پہنا ہوا ہے، مجھے بلاتے ہیں اور مجھے سفید رنگ کے تین پتھر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ دیر ربوہ ایف ایم ریڈیو سنا تو مجھے محسوس ہوا کہ ایک غیبی طاقت ہے اور میرے (دین حق) کے متعلق جو مسائل اور خدشات تھے، سب حل ہونا شروع ہو گئے۔ اور اُس کے بعد میں صرف ربوہ ایف ایم ہی سنتا تھا ......پھر ایک روز جمعہ کے دن مشن میں آئے، اُس وقت وہاں خطبہ جمعہ لگا ہوا تھا تو کہتے ہیں کہ جس شخص کو میں نے دیکھا تھا، جس نے مجھے تین سفید پتھر دیئے تھے وہ یہی تھے۔

س: صدر جماعت ترکمانستان کے احمدی ہونے کا واقعہ بیان کریں؟

باقی صفحہ 7 پر

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

کشتیٔ نوح۔ایک تجزیاتی مطالعہ

اردو ادب کے نقطۂ نگاہ سے ایک عظیم کتاب

کشتی نوح حضرت مسیح پاک کی عظیم تصانیف میں سے ایک تصنیف ہے۔اس کتاب کے وجودِ تحریر میں آنے تک وہ عظیم اسلوب اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔جس کی ابتداء براہین احمدیہ کی تصنیف سے ہوئی تھی۔اگر ہم ادب اردو اور خاص طور پر نثر اردو کے اس دور کو اپنے سامنے رکھیں۔جس میں حضرت مسیح پاک مبعوث ہوئے۔تو مندرجہ ذیل تین امور ہماری توجہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

اول۔سرسید احمد خان کی تحریک جس نے حالی اور شبلی جیسے مصنفین کو جنم دیا۔یہ تحریک ان دنوں اُردو نثر پر اپنے ہمہ گیر اثرات کے ساتھ چھائی ہوئی تھی۔

دوم۔ادبی مواد میں نثر کی طرف کم اور نظم کی طرف زیادہ رجحان پایا جاتا تھا۔اور

سوم۔نثر میں تکلف کو کم کر کے سادگی بیان کی ترویج پر زیادہ زور دیا جارہا تھا۔

اس دَور میں سیدنا حضرت سلطان القلم کا اسّی سے بھی زائد کتب تصنیف کرنا اور پھر وسیع پیمانے پر ان کی ترویج واشاعت دراصل اردو نثر میں ایک نہایت قیمتی اضافہ تھا۔لیکن افسوس ہے کہ بعد میں اس دَور کی ادبی تحقیقات پر جو مقالے تحریر کئے گئے۔ان میں سے اس عظیم مصنف اور ربانی مصلح اور اس کی تصنیفات کو نظرانداز کر دیا گیا اور اس کے جواز میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مذہبی امور کے متعلق جو کتب تصنیف ہوں۔ وہ ادب میں شامل نہیں کی جاسکتیں۔

اگرچہ روحانی مصلحین کی معرکۃ الآرا تصانیف کو دنیاوی تنقید وتبصرہ کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ وہ اپنی ذات میں ہی اس قدر جامع اور عظیم ہوتی ہیں کہ حاشیہ آرائی ان کی قدر و قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔لیکن ان میں جو ادبی خوبیاں پائی جاتی ہیں انہیں نظرانداز کردینا کسی صورت میں بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

دوسرے یہ کہ مذہبی امور کے متعلق محض خیال آرائی نہیں کی جاتی۔ٹھوس باتیں و رطۂ تحریر میں لائی جاتی ہیں اور حقیقی ادب بھی ٹھوس اقدار کی ترویج کا نام ہے اس لئے مذہبی شہ پاروں اور ادبی شہ پاروں میں بڑا گہرا رشتہ ہے۔کسی تحریر کو اس وجہ سے احاطہ ادب سے خارج نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مذہبی امور پر مشتمل ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو پھر دکنی ادب کی ان تصنیفات کا کیا مقام ہوگا جو صوفیاء کرام نے تصنیف فرمائیں اور دینی امور پر بسیط انداز میں روشنی ڈالی اور آج کے علمائے ادب ان کو اپنا ادبی سرمایہ تصور کرتے ہیں۔

میرے ایک محترم استاد نے ایم اے کلاس کے سامنے اس بات کا برملا اظہار کیا تھا کہ’’مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر کسی ہمعصر کی تحریر سے کم نہیں لیکن ہم تعصب کی وجہ سے اس کو نظرانداز کرتے ہیں۔وہ وقت قریب ہے کہ ادب میں سے تعصب کو نکال کر ادبی تصنیفات کا جائزہ لیا جائے گا۔‘‘

اِس تمہید کے بعد میں اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں کشتی نوح میں حضور کا اندازِ تحریر استدلالی ہے۔اور علمائے ادب نے استدلالی طرزِ تحریر کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ یہ رنگ منطقی طریق سے حقائق کا تجزیہ کر کے نتائج مرتب کرتا ہے اس میں خیال کی وحدت (Unity of Thought) اور بناوٹ کا تناسب (Hormony of Construction) دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔موضوع اور مواد کی تشکیل اور تکمیل میں منطقی انداز بیان اختیار کرنا اور دوسروں کو مخاطب کر کے حقائق کی طرف توجہ دلانا اس طرزِ تحریر کا طرّہ امتیاز ہے۔استدلالی طرز تحریر تمام دوسری اصناف تحریر سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس میں ٹھوس علم وسیع تجربے اور وسیع تر مشاہدے کی قوت درکار ہوئی ہے۔حضور کے ہمعصر ادباء میں سے شبلی اس طرز تحریر کے ماہر تھے اور خود سرسید احمد خان کی تحریر استدلالی تحریر ہے۔استدلالی طرز تحریر کے متعلق ایک اور بات بھی کہی جاتی ہے۔کہ اس میں مصنف مقصد تحریر کی طرف قدم قدم پر جھکتا ہے۔اور کہیں بھی اپنے مقصد کے بیان سے غافل نہیں ہوتا۔

یوں تو حضور کے مجموعی طرز تحریر میں بھی استدلال کا رنگ غالب ہے۔لیکن کشتی نوح کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں استدلالی طرز تحریر کے ساتھ ساتھ چند اور باتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔جو اس کی عبارت کو زیادہ مؤثر بنا دیتی ہیں۔عموماً نثر کی خشک ترین قسم استدلالی نثر ہی تصور کی جاتی ہے۔لیکن یہ مصنف کا کمال ہے کہ اس نے اتنی چاشنی اس میں پیدا کی کہ پڑھنے والے اس سے نہ تو اکتاتے ہیں اور نہ ہی ان کی طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے۔

کشتی نوح کے انداز بیان کی پہلی خصوصیت اس کی سادہ اور عام فہم مگر مؤثر زبان ہے۔مثلاً جہاں حضور نے طاعون کی وباء سے بچاؤ اور الٰہی فرمان کا ذکر کیا ہے وہاں زبان بہت ملائم اور دل موہ لینے والی ہے۔(تمام صفحات نمبرز روحانی خزائن کی جلد نمبر 19 سے دیئے گئے ہیں)

’’وہ خدا جو زمین وآسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ مَیں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چاردیوار میں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دست کش ہوکر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 ص 2)

اگرچہ اس عبارت میں پیشگوئی کے الفاظ ہیں لیکن حضور نے ان الفاظ کو ایک سادہ صورت میں پیش کیا ہے۔حالانکہ پیشگوئی کے بیان کے وقت عموماً حضور کے طرزِ تحریر میں ایک خاص رعب اور جلال پیدا ہو جاتا ہے۔

1۔’’مَیں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اس قادر خدا کے وعدے سچے ہیں اور مَیں آنے والے دنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آچکے ہیں۔‘‘

(صفحہ 3)

2۔’’لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اس زمانہ میں خداتعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہوگا گویا وہ آسمان سے اُترے گا۔ اس نے بہت مدت تک اپنے تئیں چھپائے رکھا اور انکار کیا گیا اور چپ رہا لیکن وہ اب نہیں چھپائے گا اور دنیا اس کی قدرت کے وہ نمونے دیکھے گی کہ کبھی ان کے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے۔‘‘ (صفحہ 7)

ان دو عبارتوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور کو اس بات پر پوری پوری قدرت حاصل تھی کہ وہ موضوع اور موقع محل کے مطابق اپنی تحریر کو ڈھال سکتے تھے۔ جہاں نرمی کا مقام ہو وہاں نرمی اور جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں رعب اور جلال کا پیدا کرنا مصنف کی بصیرتِ تحریر پر دلالت کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ استدلالی طرز تحریر کی بہترین امثلہ میں حضور کی تحریر کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے اسلوب بیان میں خیال کی وحدت سے یہ مراد ہے کہ مصنف الفاظ کی بھول بھلیوں میں کھو کر اپنے مقصد سے غافل نہ ہو بلکہ جس بات کو وہ قاری پر واضح کرنا چاہتا ہے وہ ہردم اس کے سامنے رہے اور وہ ان باتوں کو عام فہم امثلہ سے اور قیاسیت (Syllogism) سے قارئین پر پوری طرح واضح کرے۔حضور کی یہ کتاب آپ کی تعلیم کا مرقع ہے اور اس میں حضور نے اپنے ماننے والوں کو دینی تعلیمات کی حکمت سے روشناس کرایا ہے۔اندازِ بیان کی دلکشی عبارت سے پھوٹے پڑتی ہے لیکن اس کے باوجود وحدتِ خیال اور وحدتِ تاثر قائم ہے۔سادہ اور عام فہم استعارے الفاظ کی آہنگی تاثیر یعنی (Alliteration) اور بیان کی برجستگی بھی اپنی جگہ قائم ہے۔مخالف الفاظ (اصطلاح میں اس کو’’ (The Creation of Intensity of Impression by using Opposite Words) کے استعمال سے تاثر میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

1۔’’خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔مگر خارق عادت قدرتوں کے دکھلانے کا انہی کے لئے ارادہ کرتا ہے۔جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو پھاڑتے ہیں۔‘‘ (صفحہ 3)

2۔’’نئی زمین وہ پاک دل ہیں۔جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا۔ (صفحہ 7)

3۔’’خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا۔مگر ابھی وہ بیابان میں رو رہے ہیں۔‘‘ (صفحہ 8)

4۔’’کیا تم خدا کے ارادہ کو روک سکتے ہو؟ پس کیوں تم ظنی باتوں کا خس و خاشاک پیش کرتے ہو۔‘‘ (صفحہ 9)

5۔’’وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے۔‘‘ (صفحہ 11)

6۔’’دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کرسکتیں۔‘‘ (صفحہ 12)

7۔’’وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔‘‘ (صفحہ 13)

8۔’’تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا۔جس کی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا۔‘‘ (صفحہ 16)

9۔’’خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح ، صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی......اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔‘‘ (صفحہ 17)

10۔’’اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔‘‘ (صفحہ 22)

11۔’’زلزلے آتے ہیں۔ بجلیاں گرتی ہیں۔کوہ آتش فشاں آتش بازی کی طرح مشتعل ہو کر ہزاروں جانوں کا نقصان کرتے جاتے ہیں۔‘‘

(صفحہ 35)

12۔تا تم شیطان کی گزرگاہوں سے امن میں آجاؤ۔کیونکہ شیطان کو ہمیشہ رات سے غرض ہے دن سے کچھ غرض نہیں۔کیونکہ وہ پرانا چور ہے۔جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔‘‘ (صفحہ 45)

13۔’’چوہے مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کی فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔‘‘ (صفحہ 68)

مندرجہ بالا امثلہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے۔کہ حضور کو نثر کے ادبی تقاضوں سے لاشعوری طور پر پوری پوری واقفیت حاصل

تھی۔ میں نے لاشعوری طور پر اس لئے کہا کہ شعوری کوشش کا دخل اس میں نہیں۔ شعوری کوشش جہاں بھی نثر میں داخل ہوتی ہے وہاں ایمائیت وجود پذیر ہوتی ہے۔ اور ابہام جنم لیتا ہے۔ لیکن حضور کی تحریرات میں نہ تو ابہام اور رمزیت کو کوئی دخل ہے اور نہ ایمائیت کو۔ صاف سادہ اور دلکش انداز بیان ہے۔

قانون مطابقت اشیاء کے مطابق مثالیں اور استعارے عام فہم ہیں۔ ظنی باتوں کے لئے ''خس وخاشاک'' کا استعارہ اور دنیاوی لعنتوں کے لئے دھوئیں کی مثال کتنی با موقع اور مناسب ہے۔ آسمانی روح کا دلوں سے اس طرح نکل جانا جس طرح کبوتر گھونسلے سے پرواز کر جاتا ہے۔ کتنی موزوں بات ہے اور سب سے زیادہ مؤثر مثال شیطان کے متعلق ہے کہ وہ پرانا چور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

کشتی نوح کی عبارت کا ایک بڑا خاصہ یہ ہے کہ اس میں دلوں کو کھینچنے کی بڑی قوت ہے جسے ہم انگریزی میں Appealing Quality کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب تک نثر میں جذبات اور احساسات کو نہ ابھارا جائے نثر مؤثر ثابت نہیں ہوتی لیکن یہ فنکار اور ادیب کا فن ہے کہ وہ قاری کو یہ محسوس نہ ہونے دے کہ وہ ان کے جذبات کو کشش کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ جہاں قاری کو یہ احساس ہو جائے کہ راقم اس کے احساسات کو ایک ایسی ڈگر پر لے چلا ہے جہاں قاری کے ہاتھ سے اُن کا دامن چھوٹ جائے گا۔ وہ ہشیار ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح سے الفاظ کا جادو اس پر نہیں چل سکتا۔

لیکن یہاں معاملہ مختلف ہے۔ یہاں عبارت قاری کو اپنی طرف نہیں کھینچتی۔ بلکہ قاری عبارت کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ بار بار مصنف اس کو مخاطب کر کے جھنجھوڑتا ہے نئی سے نئی نصیحت آمیز بات کہتا چلا جاتا ہے۔ لیکن قاری کا ذہن اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ اسے اردگرد کے حالات کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ صرف یہی نہیں کہ وہ وقتی تاثر لیتا ہے۔ بلکہ اس کے ذہن و وجدان پر نہ ختم ہونے والے اثرات اور نقوش مرتسم ہوتے ہیں۔

1۔ ''اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق ووفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی۔ مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔''
(صفحہ 11)

2۔ ''چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔'' (صفحہ 12)

3۔ ''اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔'' (صفحہ 12)

4۔ ''قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔'' (صفحہ 13)

5۔ ''سو اے لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔'' (صفحہ 15)

6۔ ''سو خبردار رہو! ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔'' (صفحہ 15)

7۔ ''اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔'' (صفحہ 15)

8۔ ''اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔'' (صفحہ 21)

9۔ ''رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔'' (صفحہ 25)

10۔ ''مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔'' (صفحہ 61)

11۔ ''پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو۔ تا خدا اس میں اترے ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو تا خدا تمہاری مدد کرے۔'' (صفحہ 85)

ان تمام عبادات میں حضرت مسیح پاک نے قاری کے ذہن کو بار بار جھنجھوڑا ہے۔ اور بار بار ایسی بات کہی ہے۔ جو اگر عام شخص کہتا تو پڑھنے والے کے دل پر وہ اثر نہ ہوتا۔ تخاطب اور تکلم کو اپنانا تو بہت آسان ہے۔ لیکن نبھانا بہت مشکل ہے۔ لیکن امثلہ بالا اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ مصنف عظیم نے اس طرز کو کس طرح نبھایا ہے۔

کتاب کا مجموعی اسلوب استدلال اور بیان دلکش ہے۔ غیریت کی بجائے اپنائیت کا احساس زیادہ گہرا ہے۔ اور بلاشبہ ہم اس کتاب کو ادب کے نقطۂ نظر سے بھی ایک کامیاب تصنیف کا درجہ دے سکتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو تعصب کی راہوں پر قدم مارنے کی بجائے اپنے مطالعہ کی بنیاد محبت، خلوص اور ہمدردی پر رکھتے ہیں۔ اور کھوٹے کھرے میں تمیز کرنے کے لئے اپنے ذوق کو کسوٹی کا مقام دیتے ہیں اور تعصب کی آگ ان کے سینوں میں سرد ہو چکی ہے۔

مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب

تین صد تیرہ کبار رفقاء احمد میں شامل دو فدائی بھائی

حضرت مرزا عظیم بیگ صاحب اور
حضرت مرزا یوسف بیگ صاحب آف سامانہ

''ان دونوں بزرگوار بھائیوں کی نسبت میں ہمیشہ حیران رہا کہ اخلاق اور محبت کے میدانوں میں زیادہ کس کو قرار دوں''۔ (حضرت مسیح موعود)

حضرت اقدس مسیح موعود کے حلقہ غلامی میں جن سعید لوگوں کو شامل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی ہے ان میں دو بھائیوں حضرت مرزا عظیم بیگ صاحب اور حضرت مرزا یوسف بیگ صاحب کا بھی ذکر ملتا ہے، ذیل میں ان دونوں جلیل القدر اور جاں نثاران احمد کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

حضرت مرزا عظیم بیگ صاحب
آف سامانہ علاقہ پٹیالہ

حضرت مرزا عظیم بیگ صاحب ولد مکرم مرزا رستم بیگ صاحب موضع سامانہ علاقہ پٹیالہ کے رہنے والے تھے، آپ کا خاندان حضرت اقدس مسیح موعود سے بہت ہی عقیدت وارادت کا تعلق رکھتا تھا چنانچہ آپ کے خاندان کے بعض افراد نے پہلے ہی دن یعنی 23 مارچ 1889ء کو بیعت کی توفیق پائی، اسی سال چند مہینے بعد یعنی اگست 1889ء میں آپ کے خاندان کی عورتوں نے بھی حضرت اقدس کی بیعت کی توفیق پائی، حضرت مرزا عظیم بیگ صاحب کی بیعت کا اندراج نہیں ملا لیکن آپ کی ایک بیٹی کی بیعت کا اندراج موجود ہے:

19/اگست 1889ء مسمات صغریٰ بیگم دختر مرزا عظیم بیگ برادر حقیقی مرزا محمد یوسف بیگ
(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 350)

گو کہ حضرت مرزا عظیم بیگ صاحب صاحب ثروت لوگوں میں سے نہیں تھے لیکن اس کے باوجود حضور کی خدمت میں اپنا سب کچھ لٹا دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے، خود حضور آپ کی ایسی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ابھی سلسلہ احمدیہ کا آغاز ہی ہوا تھا اور آپ نے حضور کی غلامی میں اپنا سفر شروع ہی کیا تھا لیکن تقدیر کا کچھ اور ہی فیصلہ تھا اور آپ 1890ء میں اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب حضور اپنی کتاب فتح اسلام کے ذریعے اپنے مثیل مسیح ہونے اور خدمت دین کے لیے مالی قربانیوں کی تحریک فرما رہے تھے، حضور نے اپنی اسی تصنیف لطیف میں اپنے بعض محبین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس جگہ میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر رہ نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا، میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں......

از انجملہ میرے نہایت پیارے بھائی اپنی جدائی سے ہمارے دل پر داغ ڈالنے والے میرزا عظیم بیگ صاحب مرحوم ومغفور رئیس سامانہ علاقہ پٹیالہ کے ہیں جو دوسری ربیع الثانی 1308ھ میں اس جہان فانی سے انتقال کر گئے...... میرزا صاحب مرحوم جس قدر مجھ سے محض للہ محبت رکھتے اور جس قدر مجھ میں فنا ہو رہے تھے میں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں تا اس عشقی مرتبہ کو بیان کرسکوں اور جس قدر ان کی بے وقت مفارقت سے مجھے غم اور اندوہ پہنچا ہے میں اپنے گزشتہ زمانہ میں اس کی نظیر بہت ہی کم دیکھتا ہوں وہ ہمارے فرط اور ہمارے میر منزل ہیں جو ہمارے دیکھتے دیکھتے ہم سے رخصت ہو گئے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے ان کی مفارقت کا غم ہمیں کبھی نہیں بھولے گا۔

دردیست در دلم کہ گر از پیش آب چشم
برادرم آستین برود تا بدامنم

ان کی مفارقت کی یاد سے طبیعت میں اداسی اور سینہ میں قلق کے غلبہ سے کچھ خلش اور دل میں غم اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ان کا تمام وجود محبت سے بھر گیا تھا۔ میرزا صاحب مرحوم محبانہ جوشوں کے ظاہر کرنے کے لئے بڑے بہادر تھے انہوں نے اپنی تمام زندگی اسی راہ میں وقف کر رکھی تھی مجھے امید نہیں کہ انہیں کوئی اور خواب بھی آتی ہو۔ اگرچہ میرزا صاحب بہت قلیل البضاعت آدمی تھے مگر ان کی نگاہ میں دینی خدمتوں کے محل پر جو ہمیشہ کرتے رہتے تھے خاک سے زیادہ مال بے قدر تھا۔ اسرار معرفت کے سمجھنے کے لئے نہایت درجہ کا فہم سلیم رکھتے تھے۔ محبت

سے بھرا ہوا یقین جو اس عاجز کی نسبت وہ رکھتے تھے خدا تعالیٰ کے تصرف تام کا ایک معجزہ تھا ان کے دیکھنے سے طبیعت ایسی خوش ہوجاتی تھی جیسے ایک پھولوں اور پھلوں سے بھرے ہوئے باغ کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوتی ہے۔ وہ بنظر ظاہر اپنے پسماندوں اور اپنے خورد سالہ بچہ کو نہایت ضعف اور ناداری اور بے سامانی کی حالت میں چھوڑ گئے۔ اے خداوند قادر مطلق تو ان کا متکفل اور متولی ہو اور میرے محبّین کے دلوں میں الہام ڈال کہ اپنے اس یک رنگ بھائی کے پسماندوں کے لئے جو بے کس اور بے سامان رہ گئے کچھ ہمدردی کا حق بجا لاویں۔

اے خدا اے چارہ ساز ہر دل اندوہگیں
اے پناہ عاجزان آمرزگار مذنبین
از کرم آں بندۂ خود رابہ بخشش ہا نواز
ایں جدا افتادگاں را از ترحم ہا بہ بین

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 40-35)

حضرت مرزا اعظیم بیگ صاحب کے اخلاص اور فدائیت کا حضور کو احساس تھا کہ آپ کی وفات کے چھ سالوں بعد جب حضور نے اپنے 313 کبار رفقاء کی فہرست تیار فرمائی تو آپ کا ذکر بھی اس میں فرمایا اور 147ویں نمبر پر ''میرزا اعظیم بیگ صاحب مرحوم۔ سامانہ پٹیالہ'' درج فرمایا۔

حضرت مرزا یوسف بیگ صاحب۔ سامانہ علاقہ پٹیالہ

حضرت مرزا یوسف بیگ صاحب ولد مرزا رستم بیگ صاحب آف سامانہ علاقہ پٹیالہ محلّہ اندرکوٹ عرف امام گڑھ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ بیعت سے کافی عرصہ پہلے ہی سے حضور سے تعلق اخلاص و وفا رکھتے تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

''...... میرزا صاحب اس وقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 226)

حضرت خلیفہ اول کے نام حضور کے ایک مکتوب محررہ 23 جنوری 1888ء سے حضرت اقدس کی خدمت میں آپ کی طرف سے ایک معجون بھجوانے کا ذکر ملتا ہے جہاں حضور نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''ایک میرے دوست سامانہ علاقہ پٹیالہ میں ہیں جن کا نام مرزا محمد یوسف بیگ ہے......''۔

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 56 مکتوب نمبر 35)

آپ حضرت اقدس سے اس اخلاص اور تعلق کی وجہ سے حضور کی صداقت پر یقین رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضور کے اعلان ماموریت پر ہی آپ ایمان لے آئے اور یوم تاسیس جماعت احمدیہ یعنی 23 مارچ 1889ء کو سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہوئے اور دار البیعت لدھیانہ میں حضور کے دست مبارک پر بیعت کی توفیق پائی۔

آپ حضور سے حد درجہ محبت اور اخلاص رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آغاز احمدیت میں جب حضور نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ازالہ اوہام تصنیف فرمائی تو اس میں اپنے بعض مخلص احباب کا ذکر فرمایا، ان ذکر کردہ احباب میں بارہویں نمبر پر نہایت محبت اور قابل رشک الفاظ میں حضور نے آپ کے متعلق فرمایا:

(12) حبّی فی اللہ مرزا محمد یوسف بیگ صاحب سامانوی۔ مرزا صاحب مرزا اعظیم بیگ صاحب مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں جن کا حال رسالہ فتح اسلام میں لکھا گیا ہے اور وہ تمام الفاظ اور اخلاص کے جو میں نے اخویم مرزا اعظیم بیگ صاحب مغفور و مرحوم کے بارے میں فتح اسلام میں لکھے ہیں ان سب کا مصداق میرزا محمد یوسف بیگ صاحب بھی ہیں۔ ان دونوں بزرگوار بھائیوں کی نسبت میں ہمیشہ حیران رہا کہ اخلاق اور محبت کے میدانوں میں زیادہ کس کو قرار دوں۔ میرزا صاحب موصوف ایک اعلیٰ درجہ کی محبت اور اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور اعلیٰ درجہ کا حسن ظن اس عاجز سے رکھتے ہیں اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے میں ان کے خلوص کے مراتب بیان کرسکوں یہ کافی ہے کہ اشارہ کے طور پر میں اسی قدر کہوں کہ ھو رجل یحبّنا و نحبہٗ و نسئل اللّٰہ خیرہٗ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ مرزا صاحب نے اپنی زبان اپنا مال اپنی عزت اس للّٰہی محبت میں وقف کر رکھی ہے اور ان کا مریدانہ و محبانہ اعتقاد اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اب ترقی کے لئے کوئی مرتبہ باقی نہیں معلوم ہوتا۔......

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 530,531)

پھر حضور نے جب اپنے 313 کبار رفقاء کی فہرست اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع فرمائی تو آپ کا نام بھی 45ویں نمبر پر درج فرمایا:

45۔ میرزا محمد یوسف بیگ صاحب سامانہ پٹیالہ

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 325)

جلسہ الوداع منعقدہ 14, 13, 12 نومبر 1899ء کے موقع پر حضور نے اپنی ایک تقریر میں اپنے رفقاء کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے، میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لیے تیار۔

...... میرے بہت سے مخلص احباب ایسے ہیں جن کو تم میں سے شاید بہت ہی کم جانتے ہوں، لیکن انہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے مثلاً میں نظیر کے طور پر کہتا ہوں کہ میرزا یوسف بیگ صاحب میرے بہت ہی مخلص اور صادق دوست ہیں۔ میں نے ان کا ذکر اس واسطے کیا ہے کہ اس طرح پر بھائیوں میں باہم تعارف بڑھتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ میرزا صاحب اس وقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے اندر جوش رکھتے ہیں۔ ایسا ہی اور بہت سے عزیز دوست ہیں اور سب اپنے اپنے ایمان اور معرفت کے موافق اخلاص اور جوش محبت سے لبریز ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 226,225,223)

آپ کے ایک بیٹے حضرت مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب بھی ان خوش قسمت احباب میں سے ہیں جنھوں نے آغاز احمدیت میں ہی دار البیعت لدھیانہ میں آپ کے ساتھ ہی بیعت کی توفیق پائی، پہلے دن یعنی 23 مارچ 1889ء کو 40 افراد نے بیعت کی تھی اور رجسٹر بیعت اولیٰ کے ریکارڈ کے مطابق چالیسویں نمبر پر حضرت مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب نے بھی بیعت کی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 345)

حضرت مرزا ابراہیم بیگ صاحب نے حضور کی زندگی میں ہی وفات پائی تھی اور حضور کو کشفاً آپ کی وفات کی خبر پہلے ہی من جانب اللہ بتادی گئی تھی، حضور اپنے اس کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''69۔ اور منجملہ ان پیشگوئیوں کے جو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمائیں یہ ہے کہ میرے ایک مخلص دوست مرزا محمد یوسف بیگ سامانوی جو سامانہ علاقہ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے ہیں (اور ایک مدت دراز سے مجھ سے تعلق محبت اور اخلاص اور ارادت کا رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک سچی محبت ان کے دلوں میں بٹھا دی ہے جس کے ساتھ وہ تمام عمر رہیں گے اور جس کے ساتھ وہ اس دنیا سے گزریں گے) ان کا یعنی مرزا صاحب موصوف کا لڑکا مرزا ابراہیم بیگ مرحوم جو نہایت غریب اور سلیم الطبع اور وجیہہ اور خوبصورت تھا، بیمار ہوا۔ تب انھوں نے سامانہ سے میری طرف خط لکھا کہ میرا لڑکا بیمار ہے اس کے لئے دعا کی جائے۔ پس جبکہ ابراہیم مرحوم کے لئے میں نے دعا کی تو مجھے فی الفور ایک کشفی حالت پیدا ہوکر دکھائی دیا کہ ابراہیم میرے پاس بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بہشت سے سلام پہنچا دو جس کے معنے اسی وقت میرے دل میں یہ ڈالے گئے کہ اب ابراہیم کے لیے دنیوی سلامتی کی راہ بند ہے یعنی زندگی کا خاتمہ ہے اس لئے اس کی روح اب بہشتی سلامتی چاہتی ہے یعنی یہ کہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں داخل ہوکر دائمی خوشحالی پاوے۔ سو ہر چند دل نہیں چاہتا تھا کہ مرزا ابراہیم بیگ مرحوم کے والد صاحب یعنی مرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو اس آنے والے حادثہ سے اطلاع دی جائے مگر میں نے بہت کچھ سوچنے کے بعد مناسب سمجھا کہ مختصر لفظوں میں اس امر غیب سے ان کو اطلاع دے دوں۔ سو میں نے اس کشف سے ان کو اطلاع دے دی اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد مرزا ابراہیم مرحوم انتقال کر کے اپنے والد مصیبت زدہ کے اس ثواب عظیم کا موجب ہوا جو ایک پیارے بیٹے کی جدائی سے جو ایک ہی ہو اور جوان اور غریب مزاج اور فرمانبردار اور خوبصورت ہو، خدائے رحیم و کریم کی طرف سے مصیبت زدہ باپ کو پہنچتا ہے۔ غرض یہ کشف جو ابراہیم مرحوم کے بارے میں مجھ کو ہوا بہت سے لوگوں کو پیش از وقت سنایا گیا تھا اور خود مرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو بذریعہ خط اس کشف سے اطلاع دے دی گئی تھی جو اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اس تمام بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 415-417)

313 کبار رفقاء کی فہرست میں آپ کا نام 148 نمبر پر درج ہے:

148۔ میرزا ابراہیم بیگ صاحب مرحوم سامانہ پٹیالہ

حضرت مرزا یوسف بیگ صاحب کی وفات کا علم نہیں کہ کس سن میں ہوئی لیکن آپ کی وفات حضور کی زندگی میں ہوگئی تھی جس کا ذکر حضرت منشی عبدالکریم بٹالوی صاحب اصل سکونت عثمان پور ریاست جیند (وفات 29 دسمبر 1967ء۔ وصیت نمبر 738 مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) کی روایت میں موجود ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ پہلی مرتبہ قادیان حاضر ہوئے تو حضور یہ معلوم کر کے کہ میں سامانہ کے قریب ایک گاؤں سے آیا ہوں یہ دریافت فرماتے رہے کہ یوسف بیگ سامانوی کا انتقال کیسے ہوگیا؟

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر 5 صفحہ 100)

اللہ تعالیٰ ان بزرگ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

مکرم علیم احمد نعیم صاحب

شذرات۔ اخبارات و رسائل کے مفید اقتباسات

سائنسی موضوعات پر فتوے

کشور ناہید اپنے کالم میں لکھتی ہیں:

ہمارے بچوں کو تو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ جب نیا نیا مائیکروفون استعمال میں آیا اور بادشاہی مسجد میں اذان دی جانے لگی تو بے شمار مذہبی رہنماؤں نے اس کی مخالفت کی، بہت عرصے تک یہ بحث بھی چلی کہ یہ جائز ہے کہ نہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ہر مسجد میں مائیکروفون ایسے لگے کہ چار چار لاؤڈ سپیکرز کے ساتھ ان لوگوں کی طبیعت بھی خراب کرنے لگی جو بے پناہ بیمار تھے، بات آگے بڑھی تمام بچوں نے اس مائیکروفون پر نعتیں پڑھنی شروع کر دیں جمعہ کے خطبے کے علاوہ جس کا جب جی چاہا مائیکروفون کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ کچھ ایسے مسائل بھی حل ہوئے مثلاً اگر کوئی موت اس علاقے میں ہوگئی ہے تو اس کا اعلان، محلے والوں کو خبر ہو جاتی تھی، بڑھتے بڑھتے مائیکروفون کے بے جا استعمال کو روکنے کے لئے حکومت کو احکامات جاری کرنے پڑے کہ اذانوں کے علاوہ صرف جمعہ کے خطبے کے لئے مائیکروفون استعمال کیا جائے گا۔

بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ انسان چاند پر چلا گیا مانوں نہ مانوں مولوی حضرات نے کہا کہ یہ بات قرین قیاس تو نہیں ہے، گیا بھی ہو گا تو چودھویں کے چاند پر گیا ہوگا اگر کوئی پہلی کے چاند پر جائے تو ہم مانیں۔

بات آئی گئی ہوگئی پہلے ریڈیو اور پھر ٹی وی پر علماء حضرات کو قرآن پاک کی ترویج کے لئے بلایا جانے لگا پھر وہی مشکل، جائیں کہ نہ جائیں، مولانا کوثر نیازی نے سب کو ترغیب دی اور ضیاء الحق کے زمانے میں تو لوگ کہنے لگے کہ میرے ٹی وی میں مولوی گھس گیا ہے کہ اس زمانے میں تو لوگوں کو وضو کرنے کا طریقہ تک سکھایا جاتا تھا گویا ہم سب نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے......

زمانے نے بہت رنگ بدلے ساری دنیا کے مقابلے میں پاکستان میں پولیو کے مرض میں سب سے زیادہ اعداد و شمار ظاہر ہوتے ہیں ہماری بچیاں جو سکولوں میں پڑھاتی اور گھر میں فارغ بیٹھی ہوں وہ بڑی خوشی سے بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے کو تیار ہو جاتی ہیں آج سے دس پندرہ برس پہلے کہا گیا کہ پولیو کے قطرے ہی حرام ہیں کہ اس میں ایسی دوائی شامل ہے جس میں مردانہ جرثومے مرجاتے ہیں دنیا بھر کے معلمین اور ڈاکٹرز نے جب اس طرح کے توہمات کو بعید از قیاس کہا اور پولیو کے قطروں کو لازمی اور بنیادی ضرورت کہا تو پھر ایک اور حربہ اختیار کیا گیا کہ ان رضا کار بچیوں کو گولی سے اڑا دیا جائے، مرتا کیا نہ کرتا بچیاں ڈر گئیں۔ یہ اڑانے والے وہ لوگ ہیں جو ملک میں اپنی طرح کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں......

مجھے یاد ہے پرویز مشرف کے زمانے میں دو چار سو مذہبی رہنماؤں کا وفد، امریکہ کی سیر کے لئے بھیجا گیا تھا سوائے ایک شخصیت کے باقی کسی نے جانے سے انکار نہیں کیا تھا، سب جگہوں کی سیر کی لاحول ولا بھی پڑھا، اور وطن واپس آ گئے۔

ہمیں اس ترقی کی بھی ضرورت نہیں ہے جہاں کہ اب تو دوپٹہ بھی غائب ہوتا جا رہا ہے ہمیں تو فکر اور کبھی کبھی ندامت بھی اس بات پر ہوتی ہے کہ ہمارے ملک میں جاری ہونے والے فتووں کو پڑھ کر دنیا کے لوگ کیسے ہنستے ہوں گے اور ہمارے بارے میں کیا کیا قیاس آرائیاں کرتے ہوں گے دوسری طرف فیشن ویک کی تصویریں دیکھ کر سوچتے ہوں گے کہ یہ سب کچھ کس ملک میں ہو رہا ہے ہم اپنے عالموں کی عزت کرتے ہیں مگر جہلاء کے فتووں کے باعث دوسروں کے سامنے وضاحتیں پیش کرتے رہتے ہیں کہ اپنے مذہب، ثقافت اور عزت کو بھی سنبھالنا ہم سب کا کام اور فرض ہے۔

(روزنامہ جنگ 28 جون 2013ء)

سقراط کے تین اصول

جناب جاوید چوہدری اپنے کالم میں لکھتے ہیں۔

افلاطون اپنے استاد سقراط کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ آپ کا نوکر بازار میں کھڑے ہو کر آپ کے بارے میں ہرزہ سرائی کر رہا تھا، سقراط نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا، افلاطون نے جذباتی لہجے میں جواب دیا، آپ کے بارے میں کہہ رہا تھا،...... سقراط نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروایا اور کہا، آپ یہ بات سنانے سے پہلے اسے تین کی کسوٹی پر رکھو، اس کا تجزیہ کرو اور اس کے بعد فیصلہ کرو۔ کیا تمہیں یہ بات مجھے بتانی چاہئے؟ افلاطون نے عرض کیا، یا استاد تین کی کسوٹی کیا ہے؟ سقراط بولا، کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھے جو بات بتانے لگے ہو یہ بات سو فیصد سچ ہے، افلاطون نے فوراً انکار میں سر ہلا دیا، سقراط نے ہنس کر کہا، پھر یہ بات بتانے کا تمہیں اور مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ افلاطون خاموشی سے سقراط کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، سقراط نے کہا، یہ پہلی کسوٹی تھی۔ ہم اب دوسری کسوٹی کی طرف آتے ہیں، مجھے تم جو بات بتانے لگے ہو۔ کیا یہ اچھی بات ہے؟ افلاطون نے انکار میں سر ہلا کر جواب دیا۔ جی نہیں یہ بُری بات ہے۔ سقراط نے مسکرا کر کہا، کیا تم یہ سمجھتے ہو تمہیں اپنے استاد کو بری بات بتانی چاہئے؟ افلاطون نے انکار میں سر ہلا دیا۔ سقراط بولا۔ گویا یہ بات دوسری کسوٹی پر بھی پورا نہیں اُترتی، افلاطون خاموش رہا، سقراط نے ذرا سا رک کر کہا اور آخری کسوٹی، یہ بتاؤ وہ بات جو تم مجھے بتانے لگے ہو کیا یہ میرے لئے فائدہ مند ہے؟ افلاطون نے انکار میں سر ہلا دیا اور عرض کیا، یا استاد یہ بات ہرگز ہرگز آپ کے لئے فائدہ مند نہیں، سقراط نے ہنس کر کہا۔ اگر یہ بات میرے لئے فائدہ مند نہیں تو پھر اس کے بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ افلاطون پریشان ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔

سقراط نے گفتگو کے یہ تین اصول آج سے چوبیس سو سال قبل وضع کر دیئے تھے، سقراط کے تمام شاگرد اس پر عمل کرتے تھے، وہ گفتگو سے قبل بات کو تین کسوٹیوں پر پرکھتے تھے، کیا یہ بات سو فیصد درست ہے؟ کیا یہ بات اچھی ہے؟ کیا یہ بات سننے والوں کیلئے مفید ہے؟ اگر وہ بات تینوں کسوٹیوں پر پوری اُترتی تھی تو بے دھڑک بات کر دیتے تھے اور اگر وہ کسوٹی پر پوری نہ اُترتی یا پھر اس میں کوئی ایک عنصر کم ہوتا تو وہ خاموش ہو جاتے تھے، میں نے مغرب میں زیادہ تر لوگوں کو اس اصول پر کاربند دیکھا..........

میں نے درجنوں مرتبہ یورپ، امریکا اور مشرق بعید کے لوگوں کو سقراط کے تینوں اصولوں پر عمل کرتے دیکھا۔ یہ غیبت، چغل خوری اور منفی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں جبکہ ہم میں یہ تینوں بُری عادتیں موجود ہیں، ہم ہر بات کو تبلیغ سمجھ کر پھیلاتے ہیں اور ہم ہرگز ہرگز یہ نہیں سوچتے کیا یہ بات سچ بھی ہے، ہم یہ بھی نہیں دیکھتے یہ بات اچھی ہے اور ہم یہ بھی اندازہ نہیں کرتے ہمیں یا سننے والے کو اس کا کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے؟ ہم بات کو کسوٹی کے تین اصولوں پر پرکھے بغیر اسے پھیلاتے چلے جاتے ہیں اور ایک لمحے کے لئے نہیں سوچتے۔ ہماری اس حرکت سے کتنے لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی ہوگی، آپ کو یقین نہ آئے تو آپ آج کے ایس ایم ایس دیکھ لیجئے۔ آپ کو ہر دوسرا ایس ایم ایس جھوٹا، بُرا اور بے فائدہ ملے گا، آپ کبھی اپنی گفتگو ریکارڈ کر کے سن لیں، آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ آپ کی زیادہ تر باتیں سنی سنائی، بُری اور بے فائدہ ہیں، ان باتوں کے سننے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، ان سے اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ باتیں خلافِ حقیقت یا غلط بھی ہیں اور ہمارے اس رویے نے پورے معاشرے کو بیمار کر رکھا ہے، ہم اگر بات کرتے ہوئے اس بات کو سقراط کے تین اصولوں پر پرکھ لیں تو ہمارے معاشرے کی بے چینی (Anxiety) میں پچاس فیصد کمی آسکتی ہے، ہم اور ہمارے اردگرد موجود لوگ سکھی رہ سکتے ہیں، ورنہ دوسری صورت میں ہم بُری باتوں کے کیچڑ میں دفن ہو جائیں گے اور بُری خبروں کے جنگل میں بُری خبر بن کر رہ جائیں گے۔

(روزنامہ ایکسپریس 24 فروری 2013ء)

مختصر زندگی میں عظیم کام

ڈاکٹر صفدر محمود اپنے کالم صبح بخیر میں لکھتے ہیں:

میں بعض ایسے ''عالم و فاضل'' دانشوروں کی تحریریں بھی پڑھتا رہا ہوں جو زندگی کی بے ثباتی کا تمسخر اڑاتے ہیں اور ببانگ دہل کہتے ہیں کہ یہ سوچ اور تصور دراصل ہماری پسماندگی کا ذمہ دار ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو لوگ زندگی کو اہمیت نہیں دیتے وہ ترقی نہیں کر سکتے جبکہ اصل حقیقت کچھ اور ہے جسے ہم اگنور (Ignore) کرتے اور بھول جاتے ہیں۔ صرف مثال کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ مجھے نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام سے دو تین مرتبہ ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا اس بات پر پکا یقین بلکہ عقیدہ تھا کہ زندگی اذان سے لے کر نماز تک کا وقفہ ہی ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اس محدود وقفے میں اتنی اعلیٰ درجے کی ریسرچ کی کہ نوبیل پرائز کے مستحق ٹھہرے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ زندگی کی بے ثباتی اور دنیا کی وقتی سحر انگیزی اور جادوگری ہماری ترقی کی راہ میں حائل ہے مسئلہ فقط اتنا سا ہے کہ ہم زندگی کیسے گزارتے ہیں۔ نبیوں پیغمبروں اور اولیاء کرام سے لے کر سائنس دانوں، مفکروں اور رہنماؤں تک وہ تمام ہستیاں جنہوں نے زندگی کے صحرا پر انمٹ نقوش چھوڑے، دنیا میں بڑے بڑے انقلاب برپا کئے اور بنی نوع انسان کی زندگی کے نقشے بدل دئے انہوں نے یہ کارنامے اسی وقفے اور مختصر زندگی میں سرانجام دئے۔

(روزنامہ جنگ 15 اپریل 2011ء)

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

مکرم ڈاکٹر خالد یوسف صاحب کی وفات

۞ مکرم ڈاکٹر خالد یوسف صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ مورخہ 7 فروری 2014ء کو بعمر 47 سال اس دار فانی سے انتقال کر گئے۔ مرحوم خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ مورخہ 8 فروری کو بعد از نماز ظہر بیت مبارک میں مکرم ابراہیم خان صاحب مربی سلسلہ نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی ربوہ نے دعا کروائی۔

آپ 1967ء میں نواب شاہ سندھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم نواب شاہ میں حاصل کی اور لیاقت میڈیکل کالج جام شورو حیدر آباد سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے پولی کلینک ہسپتال اسلام آباد میں ہاؤس جاب کیا اور پھر اپنے آبائی شہر نواب شاہ تشریف لے گئے اور اپنا پرائیویٹ کلینک شروع کیا۔ سال 2008ء میں آپ کے والد محترم محمد یوسف صاحب کو مخالفین احمدیت نے شہید کر دیا۔ آپ مارچ 2009ء میں نواب شاہ سے ہجرت کر کے ربوہ آ گئے اور آپ کا تقرر 24 مارچ 2009ء کو فضل عمر ہسپتال کے شعبہ ای۔این۔ٹی میں ہوا۔ جہاں آپ نے خدمات بجالانی شروع کی اور تادم آخر آپ یہ خدمت کرتے رہے۔

محترم ڈاکٹر خالد یوسف صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے آپ ہمدرد، ملنسار اور شفیق انسان تھے۔ بہت سادہ مزاج، دھیمے لہجے والے، متوکل اور عاجزی انکساری کا مرقع تھے۔ مریضوں کی خدمت کا شوق اور ان کے ساتھ نہایت ہمدردی کا سلوک فرماتے تھے اور دیگر اراکین عملہ فضل عمر ہسپتال سے بھی بہت محبت پیار اور تعاون سے پیش آتے۔ ہسپتال کے اوقات کے بعد بھی اگر مشورہ لیا جاتا تو بہت شوق اور توجہ سے دیتے۔

آپ نے دو سال جلسہ سالانہ قادیان میں شعبہ طبی امداد میں مہمانوں کی خدمت کی توفیق پائی اور بہت بشاشت اور جذبہ خدمت کے ساتھ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے لواحقین میں آپ کی بوڑھی والدہ، آپ کی اہلیہ اور چار بچے ہیں جو کم سن ہیں بڑی بیٹی کی عمر 13 سال اور سب سے چھوٹا بچہ 6 سال کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت انسانیت کو قبول فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے اپنے مقربین میں جگہ عطا کرے۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کی اہلیہ آپ کے بھائی بہنوں اور آپ کے بچوں کو صبر جمیل عطا کرے اور ان سب کا حامی و ناصر اور متکفل ہو۔ اور ہمیشہ اپنے سایہ رحمت میں رکھے۔ آمین

اراکین عملہ فضل عمر ہسپتال نے ڈاکٹر خالد یوسف صاحب کی وفات پر آپ کے خاندان سے دلی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ایک قرارداد تعزیت پاس کی جس میں ان کی خوبیوں اور خدمات کو سراہا۔

سانحہ ارتحال

۞ مکرم محمد احمد مبشر گوندل صاحب آف جرمنی حال گولبازار ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔

میری والدہ محترمہ رسول بی بی صاحبہ بنت مکرم الٰہی بخش صاحب گھمن آف موسیٰ والا ضلع سیالکوٹ اہلیہ محترم خان محمد صاحب گوندل مرحوم گولبازار ربوہ مورخہ یکم فروری 2014ء کو بعمر 86 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ آپ کی نماز جنازہ 3 فروری کو بعد نماز ظہر بیت مبارک ربوہ میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے پڑھائی آپ بفضل اللہ تعالیٰ 1965ء سے نظام وصیت میں شامل تھیں۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب رشتہ و ناطہ نے دعا کروائی۔ آپ غریب پرور، حلیم الطبع اور مالی تحریکات میں کھلے دل سے شامل ہوتیں اور اپنی اولاد کو چندوں کی طرف توجہ دلاتی رہتیں۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا آپ کو پنجوقتہ نمازوں کے ساتھ نماز تہجد کا بھی پابند دیکھا۔ ہمارے والدین ربوہ کے ابتدائی رہائشیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو پانچ بیٹے خاکسار، مکرم محمود احمد گوندل صاحب، مکرم مقبول احمد صاحب گوندل، مکرم طاہر احمد صاحب گوندل اور مکرم مزمل احمد صاحب گوندل، تین بیٹیاں مکرمہ بشریٰ حمید صاحبہ اہلیہ مکرم حمید احمد باجوہ صاحب، 37 جنوبی ضلع سرگوھا، مکرمہ مبشرہ خلیل صاحبہ اہلیہ مکرم خلیل احمد صاحب سندھو گولیکی گجرات، مکرمہ مبارکہ شہزاد صاحبہ اہلیہ مکرم شہزاد منیر صاحب آف کھاریاں اور متعدد پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں عطا کیں۔ آپ کے دو پوتے دو پوتیاں اور ایک نواسی وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری والدہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں ان کی نیکیوں کو اپنی اور اپنی نسلوں میں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

۞ مکرم سعید احمد بٹ صاحب صدر جماعت مانانوالہ 203 ر۔ب فیصل آباد تحریر کرتے ہیں۔

مکرم محمود احمد صاحب ابن مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب مانانوالہ 203 ر۔ب ضلع فیصل آباد ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ الائیڈ ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد گھر آ گئے ہیں جسم کا نچلا حصہ بالکل کام نہیں کر رہا۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

۞ مکرم مبشر احمد قریشی صاحب کارکن دارالصناعۃ ربوہ خرابی جگر کی وجہ سے بیمار ہیں۔ احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے موصوف کو شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

۞ مکرم طارق محمود احمد صاحب کارکن ناصر ہائیر سیکنڈری سکول ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے چچا مکرم منیر احمد صاحب کافی عرصہ سے بیمار ہیں اور ایک سال سے فالج کی وجہ سے بولنا چھوڑ گئے ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے چچا جان کو شفاء کاملہ وعاجلہ صحت عطا فرمائے اور ہر پریشانی سے بچائے۔ آمین

بقیہ از صفحہ 2 خطبات امام

ج: فرمایا! ترکمانستان سے تعلق رکھنے والے ایک دوست جو وہاں جماعت کے صدر بھی ہیں وہ اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جلسہ سالانہ 2010ء کے موقع پر عالمی بیعت کے وقت میرے ساتھ ایک ناقابل یقین واقعہ پیش آیا۔ میں ناقابل بیان سی حالت میں چلا گیا اور پھر میں نے ایک رؤیا دیکھی۔ میں نے اس رؤیا کے ذریعہ اس بزرگ شخصیت کو پہچان لیا وہ حضرت مسیح موعود اور مہدی موعود ہی تھے۔

س: غانا کے گاؤں میں امام بیت الذکر نے کس طرح سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔

ج: ریجنل مشنری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک امام کو حضرت مسیح موعود کا دعا کا نسخہ بتایا۔ امام نے استخارہ کرنے کی حامی بھر لی۔ چنانچہ چند ہی دنوں بعد اس امام نے اپنی ایک خواب بیان کی کہ میں نے واضح طور پر دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی اور بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے اس آگ کی دائیں جانب ایک فاصلے پر ریجنل مشنری کو کھڑے دیکھا کہ مجھے اس آگ سے بچنے کے لئے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اس پر میں مشنری صاحب کی طرف چلا جاتا ہوں اور وہ مجھے چند دعائیں سکھاتے ہیں جو میں دہراتا ہوں مگر مجھے یہ دعائیں یاد نہیں رہیں۔ اس خواب کے بعد اس امام کے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہا اور فوراً بیعت کر لی۔

س: کانگو کے ایک نومبائع کا قبول حق کا واقعہ بیان کریں؟

ج: ایک نومبائع دوست رشید کوانگا صاحب نے بتایا کہ داؤد ماسا ماجو ہمارے معلم ہیں وہ ہمارے گاؤں میں (دعوت الی اللہ) کرنے کے لئے اکثر آیا کرتے تھے۔ میں اس کی باتیں سنتا تو مجھے سکون ملتا۔ چونکہ ہم سب عیسائی تھے۔ میں ڈر بھی جاتا تھا۔ لیکن اس کی باتیں اور بائبل کے حوالے جو دکھاتا تھا، میرا دل اس کی طرف جھکتا تھا۔ میں اس کشمکش میں تھا کہ ایک دن خواب میں مجھے کسی نے کہا کہ جس طرف تمہیں یہ لڑکا بلاتا ہے، اُسی کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہاں پر ہی تم اطمینان قلب پاؤ گے۔ پھر یہی خواب میں نے تین دفعہ دیکھی۔ جب میں نے بیعت کی تو میرے دل کو ایک عجیب سا اطمینان ہے جو کبھی پوری زندگی نہیں ملا۔

س: ایک مصری نو مبائع نے احمدیت کس طرح قبول کی؟

ج: کہتے ہیں کہ 2007ء میں میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ NileSat پر ایک چینل ایسا کھلا ہے جو عیسائیوں کے ساتھ live بات چیت کے پروگرام پیش کرتا ہے اور ان کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے۔ اس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور جماعت کے عقائد پر اطلاع پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور دل سے مطمئن ہو کر قبول حق کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ پھر ایک رؤیا دیکھی جس میں کہا گیا کہ تم حق پر ہو۔ اس پر ثابت قدمی اختیار کرو۔

س: حضور انور نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے کس فرمان کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی تاکید فرمائی؟

ج: فرمایا! اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا ہے کہ.... اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو، وہ تمہارا مولیٰ ہے، پس کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ (الحج: 79) حضرت مسیح موعود کی جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ سے تھی، ہے اور رہے گی۔

درخواست دعا

مکرم رفیع احمد رند صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم مبشر احمد رند صاحب انسپکٹر تربیت وقف جدید کو ہیپا ٹائٹس C ہے، فضل عمر ہسپتال سے علاج جاری ہے اور انجکشن لگ رہے ہیں۔ انجکشن کی وجہ سے زیادہ تیز بخار اور جسم میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ تمام احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

ربوہ میں طلوع وغروب 13۔فروری

طلوع فجر	5:30
طلوع آفتاب	6:51
زوال آفتاب	12:23
غروب آفتاب	5:55

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

13 فروری 2014ء

1:30 am	دینی وفقہی مسائل
3:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 18 اپریل 2008ء
4:00 am	انتخاب سخن
6:30 am	جلسہ سالانہ یوکے
7:30 am	دینی وفقہی مسائل
9:55 am	لقاء مع العرب
12:05 pm	حضور انور کا کوبلنز ملٹری ہیڈ کوارٹر جرمنی میں خطاب
2:20 pm	ترجمۃ القرآن کلاس
7:10 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 7 فروری 2014ء
9:20 pm	ترجمۃ القرآن کلاس
11:25 pm	حضور انور کا کوبلنز ملٹری ہیڈ کوارٹر جرمنی سے خطاب

Ph:6212868
Res:6212867
خالص سونے کے زیورات
میاں اظہر
میاں مظہر احمد
Mob: 0333-6706870
فینسی جیولرز
محسن مارکیٹ
اقصیٰ روڈ ربوہ

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ڈسکاؤنٹ مارٹ
IFG کی ورائٹی دستیاب ہے
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ
0333-9853345-0343-9166699

مکان برائے کرایہ
برقبہ ایک کنال 4 بیڈروم اٹیچ باتھ ڈائننگ TV لاؤنج امریکن کچن گیراج برائے گاڑی کے علاوہ صحن اور پانی بجلی گیس اور فون کی سہولت موجود ہے۔
9/3 دارالصدر غربی حلقہ قمر ربوہ
0303-6293210,0331-7786586

W.B
پروپرائٹر: وقار احمد مغل
Waqar Brothers Engineering Works
Surgical & Arthopedic instruments
Shop No.6 Shaheen Market Madni Road Mustfa Abad Dhurm pura Lahore 0300-9428050,0312-9428050

اکسیر اوجاع
جوڑوں کی درد کی مفید دوا
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
NASIR ناصر
PH:047-6212434,6211434

ارشد بھٹی پراپرٹی ایجنسی
لاہور، اسلام آباد، ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں پلاٹ مکان زرعی وسکنی زمین خرید وفروخت کی با اعتماد ایجنسی 0333-9795338
بلال مارکیٹ بالمقابل ریلوے لائن ربوہ فون دفتر: 6212764
گھر: 6211379 موبائل 0300-7715840

نورتن جیولرز ربوہ
فون گھر 6214214 فون
047-6211971 دکان 6216216

فیصل آباد میں آپ کی اپنی دکان
عزیز کلاتھ و شال ہاؤس
لیڈیز و جینٹس سوٹنگ، شادی بیاہ کی فینسی و کامدار ورائٹی
پاکستان و امپورٹڈ شالیں، سکارف جرسی سویٹر، تولیہ
بنیان و جراب کی مکمل ورائٹی کا مرکز
کارنر بھوانہ بازار۔ چوک گھنٹہ گھر۔ فیصل آباد
041-2604424,0333-6593422
0300-9651583

FR-10